تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

تقریر

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابہؓ سے محبت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:128)

اے مومنو! تمہارے پاس تمہاری ہی قوم کا ایک فرد رسول ہو کر آیا ہے۔ تمہارا تکلیف میں پڑنا اُس پر شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لیے خیر کا بھوکا ہے اور مومنوں کے ساتھ محبت کرنے والا اور بہت ہی کرم کرنے والا ہے۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسٰی، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

(مولانا جامی)

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم سے محبت“

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ رحمت اللعالمین تھے۔ آپؐ کا وجود سراپا رحمت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی تمام مخلوق سے محبت تھی۔ آپ کو خالقِ باری نے دل ہی ایسا دیا تھا کہ جس میں محبت کے زمزمے رواں دواں رہتے تھے۔ اپنے اہل وعیال سے محبت اور حسنِ سلوک کو آپ نے اہل ایمان کی اعلیٰ ترین اخلاقی خوبی قرار دیا ہے۔ آپ اس معاملے میں سب انسانوں سے ممتاز تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وشفقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آں ترحم ہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے

کہ رحمت وشفقت کا جو سلوک ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق سے کیا وہ اتنا عظیم اور اتنا شاندار ہے کہ دنیا میں کبھی کسی ماں نے بھی ویسی محبت وشفقت اپنے بچوں کو عطا نہ کی ہوگی!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق نہیں کرتے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے صحابہؓ کے ساتھ ایسی اپنائیت، محبت اور وابستگی تھی کہ ہر صحابی سمجھتا تھا کہ آپؐ کو سب سے زیادہ محبت میرے ساتھ ہے۔ آپؐ کا کمال ہے کہ آپؐ نے ہر صحابی کو ایسا اعزاز بخشا کہ جس میں دوسرے اس کے ثانی نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وشفقت کے فیضان سے کوئی بھی محروم نہ رہا۔ اس محبت سے چھوٹے بڑے، عورتیں، مرد، بزرگ، بچے، غلام، امیر، غریب سبھی فیضیاب ہوئے۔ دن کو بھی اُن پر آپؐ کی شفقت ومحبت کا سلسلہ جاری رہا اور رات کو بھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابہ سے محبت کے بے شمار واقعات ہمیں تاریخ اسلام سے ملتے ہیں لیکن وقت کی مناسبت سے اُن میں سے چند ایک خدمت میں پیش ہیں۔

سامعین! یہ بالکل درست اور بدیہی بات ہے کہ سب سے زیادہ محبت تو یارِ غار حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی کے ساتھ تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپؐ کو اپنے اصحاب میں سے سب سے زیادہ پیارے کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکرؓ، حضرت عائشہؓ نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا عمرؓ، آپؐ نے پھر پوچھا اُن کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا ابو عبیدہ بن الجراحؓ۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ابن حجر جز 4 صفحہ 102 بیروت)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ ہجرتِ مدینہ کے دوران رکھنا، غار ثور میں حضرت ابو بکرؓ کے پاؤں پر سانپ کا کاٹنا، آپؓ کا وہ تکلیف سہنا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپؓ کے زخم پر اپنا لعاب مبارک لگانا، خانہ کعبہ میں دشمنوں کے ہاتھوں اُن کو تکلیف دیئے جانے پر آپؐ کا اظہارِ تشویش کرنا ہمیشہ اُن سے مشورہ لینا اور اُن کو اپنے ساتھ رکھنا یہ سب کچھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابو بکرؓ سے محبت کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خداداد استعداوں کے باعث آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ آپؓ کا اسلام قبول کرنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے لیے ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے خدا کلام کرتا تھا مگر وہ نبی نہیں تھے۔ میری اُمّت میں بھی ایک ایسا فرد عمرؓ ہے۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ فوت ہوئیں تو ان کے خاوند حضرت عثمانؓ بہت مغموم نظر آنے لگے۔ دامادی کے رشتہ کا انقطاع آپ کے دل پر بھاری بوجھ بن گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کے غم کو خوب محسوس کیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنی دوسری بیٹی حضرت اُم کلثومؓ کا اُن سے نکاح کر دیا۔ تقدیر الٰہی سے حضرت اُم کلثوم بھی جلد فوت ہو گئیں تو آپ نے بڑی شفقت اور محبت سے حضرت عثمان کو فرمایا:

"اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو اے عثمان! میں وہ بھی تجھ سے بیاہ دیتا۔"

(ابن اسیر جز 3 صفحہ 376)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایسے ظاہر ہوتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جسے میرے ساتھ محبت کا تعلق ہے اسے علی سے بھی محبت کا تعلق رکھنا ہوگا۔

(ترمذی کتاب المناقب باب مناقب علی)

پھر ایک جگہ فرمایا کہ علی کا میرے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسے ہارونؑ کا موسیٰؑ سے۔

(بخاری کتاب المغازی)

حضرت علیؓ جنہیں بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہے اِس محبت والفت کی کیفیت کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچتے ہیں کہ مَیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یوں رہتا تھا جس طرح اُونٹنی کا بچہ اُونٹنی کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اور اُس سے جدا نہیں ہوتا۔ بچوں کی یہ کیفیت، یہ کشش اور والہانہ محبت اُس بے پایاں شفقت کا طبعی نتیجہ تھی جس کا اظہار صبح وشام ہوتا تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بچوں سے محبت وشفقت کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔ آپ کا طریق مبارک یہ تھا کہ بچوں کے پاس سے گزرتے تو خود اُن کو سلام کرتے۔ ان کے سروں پر پیار سے ہاتھ رکھتے، ان کو محبت سے گود میں اُٹھا لیتے، جب کوئی پھل آتا تو سب سے پہلے اس بچہ کو دیتے جو عمر میں سب سے چھوٹا ہوتا۔ اِسی محبت کا کرشمہ تھا کہ بچے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اِس طرح کھنچے چلے آتے تھے جس طرح لوہے کے ذرے مقناطیس سے چمٹ جاتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ بچوں کا یہ شفیق آقا، دین و دنیا کا بادشاہ، جب گلیوں میں پیدل چلتا یا کہیں سفر پر جانے لگتا یا سفر سے واپس آتا تو مٹی میں کھیلتے ہوئے بچے وفورِ محبت سے آپ کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے۔ پیارے آقا کی انگلی تھام کر بچے بڑی بے تکلفی سے ساتھ چلتے۔ حضورؐ ایک ایک سے محبت بھری گفتگو فرماتے اور سب کو اپنی دُعاؤں سے نوازتے۔

حضرت انسؓ وہ خوش قسمت بچے ہیں جنہیں دس سال تک درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دربانی کی سعادت ملی۔ دنیا کی نظر میں وہ ایک خادم تھے لیکن رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ سلوک دیکھیے! حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دس سال کے طویل عرصہ میں ایک بار بھی آپ نے مجھے اُف تک نہ کہا۔ نہ یہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا، اور یہ کام کیوں نہیں کیا، کام خراب بھی ہو جاتا تو کبھی بُرا بھلا نہ کہتے، بلکہ مجھے تسلی دیتے اور پیار سے سمجھا دیتے، کبھی سخت کلامی سے پیش نہ آتے اور اکثر کاموں کی سرانجام دہی میں خود بھی میرے ساتھ شریک ہو جاتے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ کئی بار ایسا ہوتا کہ حضور مجھے کسی کام پر بھیجتے اور میں بچپن کی وجہ سے راستہ میں دوسرے بچوں سے کھیل میں مصروف ہو جاتا اور وہ کام بھول جاتا۔ کافی دیر تک میں واپس نہ پہنچتا تو حضور خود تشریف لاتے۔ بجائے کوئی سرزنش کرنے کے، آپ پیچھے سے آکر بڑی بے تکلفی سے میرا کان یا سر پکڑ لیتے۔ میں عرض کرتا کہ حضور میں ابھی جاتا ہوں، تو بڑی شفقت اور محبت سے مجھے چھوڑ دیتے اور میں کام پر روانہ ہو جاتا۔ یہ وسعت، یہ حوصلہ، یہ شفقت، یہ عفو۔ کوئی دکھائے کہ اِس کی نظیر آج دنیا میں کہاں نظر آتی ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ وَاللہ مَاضَرَبَ رَسُولُ اللہ خَادِمًا۔ کہ اللہ کی قسم! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو نہ مارا نہ کوئی جسمانی سزا دی۔

سامعین! حضرت جعفرؓ بن ابی طالب آپؐ کے محبوب و مشفق چچا ابو طالب کے بیٹے تھے۔ آپؐ کے حکم سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور مہاجرین حبشہ نے ان کو اپنا متفقہ امیر و ترجمان بنالیا۔ نجاشی کے دربار میں انھوں نے ہی اسلام کی ترجمانی کی تھی جس سے متاثر ہو کر شاہِ حبشہ نے دراصل اسی وقت دل سے اسلام قبول کر لیا تھا اگرچہ اس کا اظہار بعد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ملنے پر کیا۔ حضرت جعفرؓ چودہ سال حبشہ میں بسر کرنے کے بعد اس وقت واپس مدینہ آئے جب نبیؐ کریمؐ خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ طویل سفر کے باوجود حضرت جعفرؓ خیبر روانہ ہو گئے اور وہیں جا کر آپؐ سے ملاقات کی۔ آپؐ نے حضرت جعفرؓ کو دیکھا تو بے ساختہ ان کی طرف بڑھے، ان کو گلے لگا لیا اور ان کا ماتھا چوما۔ اپنے چچازاد بھائی کو دیکھ کر آپؐ انتہائی خوش تھے۔ آپؐ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ خیبر کے قلعوں کی شاندار فتح پر میرا دل زیادہ شاداں و فرحاں ہے یا جعفرؓ کی آمد اور ملاقات کی خوشی اس سے زائد ہے۔ امام شعبی تابعیؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے جعفرؓ بن ابی طالب کا استقبال کیا تو آپؐ ان سے لپٹ گئے اور دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔

(سنن ابی داؤد، شعب الایمان للبیہقی)

غزوۂ احد میں جب فتح شکست میں بدلتی نظر آئی اور اسلامی فوج میں انتشار پیدا ہوا تو آپؐ کے گرد چند صحابہ نے حصار بنالیا۔ آپؐ میدان میں ڈٹے رہے۔

حضورؐ اس وقت صحابہؓ سے فرما رہے تھے کہ وہ بھگدڑ کا مظاہرہ نہ کریں۔ آپؐ میدان میں جم کر کھڑے تھے اور بلند آواز سے فرما رہے تھے ''اِلَیَّ عِبَادَ اللہ''۔ یعنی اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ اس وقت حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اپنے حواس کو مکمل برقرار رکھا۔ نہ گھبراہٹ نہ خوف، نہ پاؤں میں لغزش، نہ ہاتھوں میں رعشہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر آپؐ کے لیے ڈھال بن گئے اور دشمن پر بڑی مہارت و جرأت سے تیر بھی چلاتے رہے۔ حضورؐ خود اپنے دست مبارک سے اپنے جان نثار کو تیر پکڑا رہے تھے اور کوئی ایک تیر بھی خطا نہیں ہو رہا تھا۔ وہی موقع تھا جب نبیٔ رحمتؐ نے حضرت سعدؓ کو وہ تمغہ عطا فرمایا جس کی نظیر پوری جماعت صحابہ میں نہیں ملتی۔ آپؐ فرما رہے تھے ''سعد دشمن پر تیر چلاتے جاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان'' ساتھ ہی آپؐ نے حضرت سعدؓ کے لیے دعا کی کہ اے اللہ! سعد کی تیر اندازی میں قوت اور نشانے میں اصابت عطا فرما، اور سعد کی دعاؤں کو قبول فرما۔

(جامع ترمذی بروایت حضرت علیؓ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں آپؐ کی محبت کا اظہار تھا اور آپؐ کی دعا کا اثر تھا کہ حضرت سعدؓ دنیا کے بہترین جرنیل اور تاریخ انسانی کے عظیم ترین فاتح ثابت ہوئے۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے محبت فتح مکہ کے وقت ہمیں نظر آتی ہے جو کہ فتح کا دن تھا چاہتے تو دشمنوں سے انتقام بھی لے سکتے تھے لیکن سب کو معاف فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے صحابہ سے محبت و شفقت کے اظہار بھی کیا۔ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اے دشمنانِ اسلام! جس حبشی غلام پر تم لوگوں نے لمبا عرصہ ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا مگر تم اُس کی صدائے احد احد کو خاموش نہ کر سکے، سنو! آج جو شخص اِس بلال کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اُسے امن عطا کیا جائے گا۔ سبحان اللہ! کیا ایک حبشی مؤذن سے محبت ہے اور اس کی عزت و تکریم کا اظہار ہے۔ سوچیں اُس وقت حضرت بلالؓ کے دل کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ آج اگر کوئی ہمارا بزرگ ہماری تھوڑی سی تعریف کر دیتا ہے تو ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے وہ تو آقا دوجہاںؐ کی محبت بھری تعریف تھی۔

سامعین کرام! جب آپؐ اور آپؐ کے جانثار صحابہ پر مکّہ والوں کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان جاں نثاروں کا دُکھ نہ دیکھا جاتا۔ آپ کو اُن کے حالات کا علم ہوتا تو فرطِ جذباتِ محبت سے آبدیدہ ہو جاتے اُنہیں جنت کی بشارت دیتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ جب معاملہ حد سے آگے گزر گیا تو مشفق و مہربان آقا نے صحابہ کو اجازت دی کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں جہاں اُنہیں مصائب سے امن نصیب ہو گا۔ خود بدستور مکّہ میں رہے۔ بادشاہِ حبشہ نے اُن مسلمان مہاجرین سے بہت اچھا سلوک کیا۔ اس نیک سلوک کی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اتنی قدر تھی کہ چند سال بعد حبشہ سے ایک وفد آیا تو آپ بذاتِ خود اُن کی خدمت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے بار بار عرض کیا کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کے لیے حاضر ہیں لیکن آپؐ نے فرمایا کہ مَیں خود اُن کی خدمت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ جب ظلموں کے ستائے ہوئے میرے پیارے صحابہ اُس ملک میں گئے تھے تو اِن لوگوں نے اُن کا بہت اکرام کیا تھا۔

جب حضرت عمّار بن یاسرؓ دشمنوں کے ہاتھوں شدید مصائب کا نشانہ بنائے گئے تو ایک دفعہ اِس حالت میں دربار نبوی میں حاضر ہوئے کہ مصائب کے بوجھ سے بُری طرح ہلکان ہو چکے تھے۔ آپؓ نے بڑے درد سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ! لوگوں نے مجھے مار ڈالا ہے۔ مجھ پر اتنا بوجھ لاد دیتے ہیں جس کے اُٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہوتی۔ آپؓ کی حالتِ زار دیکھ کر اور اس کا ذکر سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔ حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر کے بالوں کو اپنے دستِ مبارک سے درست کر رہے تھے اور لوگوں سے فرما رہے تھے کہ عمار مجھے اِس قدر عزیز اور پیارا ہے کہ گویا میری آنکھوں اور ناک کے درمیان کا چمڑا ہے۔

سامعین! ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپؐ کا ایک بدوی صحابی زاہرؓ محنت مزدوری کر رہا ہے۔ ایک تو شکل کچھ ایسی اچھی نہ تھی دوسرے گرد وغبار اور پسینہ کی وجہ سے اور بھی بدنما دکھائی دے رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے دوست کو دیکھا تو قلبی محبت بھڑک اٹھی۔ آپ نے دبے پاؤں قریب جا کر پیچھے سے اُس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ زاہر حیرت میں گم ہو گیا کہ مجھ غریب، بے کس اور بدصورت سے اِس انداز میں اظہار محبت کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ پھر خود ہی خیال آیا کہ رحمتِ دو عالم، محمد عربی کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ ہاتھوں کو چھوا تو اس بات کا یقین ہو گیا۔ زاہرؓ نے موقع غنیمت جان کر اپنا خاک آلود جسم آپ کے جسم مبارک سے ملنا شروع کر دیا۔ زاہر کا یہ اندازِ محبت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے۔

صحابہ کرام سے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و شفقت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کے دل میں صحابہ کرام کے لیے سچی ہمدردی اور محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ہر آن اِس بات کے خواہش مند رہتے کہ میرے صحابہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اِس کے لیے دعا بھی کرتے اور ہر ممکن کوشش بھی جیسا کہ خاکسار نے ابتدا میں قرآن کریم سورہ توبہ کی آیت کی تلاوت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ ”تمہارا تکلیف میں پڑنا اُس پر شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لیے خیر کا بھوکا ہے“۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”جذب اور عقدِ ہمت ایک انسان کو اُس وقت دیا جاتا ہے جب وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے آ جاتا ہے اور ظلّ اللہ بنتا ہے۔ پھر وہ مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کے لئے اپنے اندر ایک اضطراب پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ میں کُل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لئے آپؐ مخلوق کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ یعنی یہ رسول تمہاری تکالیف کو دیکھ نہیں سکتا، وہ اس پر سخت گراں ہے اور اُسے ہر وقت اِس بات کی تڑپ لگی رہتی ہے کہ تم کو بڑے بڑے منافع پہنچیں“۔

(الحکم جلد 6 نمبر 26 صفحہ 6 مورخہ 24، جولائی 1902ء)

حدیث میں آتا ہے کہ جس روز آندھی یا آسمان پر بادل ہوتے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر فکر کے آثار نمایاں ہو جاتے اور آپ بڑی بے تابی میں کبھی ایک طرف جاتے اور کبھی دوسری طرف۔ جب بارش ہو جاتی تو آپ خوش ہو جاتے اور حالتِ فکر تسکین میں بدل جاتی۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے آپ سے اِس کا سبب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بادل دیکھ کر مجھے ڈر لگتا ہے کہ مبادا قوم عاد کی طرح یہ کوئی عذاب ہو جو میری اُمت پر مسلط کیا گیا ہو۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ سے محبت کا ایک مشہور واقعہ پیش خدمت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ کئی دن فاقہ سے رہے جب سات وقت فاقہ سے گزر گئے تو بے تاب ہو کر مسجد نبوی کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر گزرنے والے صحابہ سے اُس آیت کا مطلب پوچھنے لگے جس میں غریبوں کو کھانا کھلانے کا حکم ہے۔ یعنی کھانا مانگا نہیں صرف اس خیال سے آیت پڑھی کہ شائد کسی کو احساس ہو لیکن کوئی اُن کا منشاء نہ سمجھ سکا۔ جب آپؓ کی حالت انتہائی غیر ہو گئی اور بھوک سے نڈھال ہو کر گرنے لگے تو اچانک کانوں میں ایک محبت بھری آواز آئی۔ مڑ کر دیکھا تو سراپا رحمت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کھڑے

تھے۔ آپؐ نے بڑے پیار سے فرمایا کہ ہمارے گھر میں بھی آج کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ ابھی ایک شخص دودھ کا ایک پیالہ لایا ہے۔ تم مسجد میں جاؤ اور دیکھو! شاید ہماری طرح کئی اور مسلمان بھی بھوکے ہوں گے۔ اُن سب کو بلالاؤ۔ چنانچہ تعمیلِ ارشاد میں حضرت ابوہریرہؓ سب لوگوں کو بلالائے۔ پیارے آقاؐ نے دودھ کا پیالہ دائیں طرف سے شروع کرتے ہوئے اُن سب کو باری باری دیا۔ سب نے سیر ہو کر پیا۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ کی باری آئی۔ اُنہوں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا اور جب بھوک اور پیاس کے ستائے ہوئے سب جاں نثار صحابہ نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پی لیا تو سب سے آخر میں جس کی باری آئی وہ ہمارے پیارے آقا خدا کے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے ایک نہایت خوبصورت چادر آپ کو تحفۃً پیش کی۔ آپ کو اُس کی ضرورت بھی تھی۔ آپ نے شکریہ سے قبول فرمالی۔ وہی چادر پہنے گھر سے باہر تشریف لائے تو ایک صحابی نے کہا: "یارسول اللہ! یہ کیسی عمدہ چادر ہے!" آپ بہترین مزاج شناس تھے۔ آپ نے اُس صحابی کی ضرورت کا خیال فرماتے ہوئے فوراً وہ نئی چادر اُسی وقت اُس صحابی کو عطا فرمادی۔

حضرت زید بہت چھوٹی عمر میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔ آئے تو غلام تھے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد کر کے اپنا مُنہ بولا بیٹا بنالیا۔ آپ کے محبت بھرے سلوک اور بے پناہ شفقت کی وجہ سے واقعی وہ اپنے حقیقی ماں باپ کے پیار کو بھول گئے۔ جب حضرت زیدؓ کے والدین اور رشتہ دار اُن کو لینے آئے تو رسول پاکؐ نے بڑی خوشی سے جانے کی اجازت دے دی لیکن حضرت زید نے جانے سے انکار کر دیا۔ والدین کے اصرار کے باوجود ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوئے۔ حبیبِ خدا کی محبت و شفقت کے سلوک نے آپ کو ایسا گرویدہ کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کو والدین کے پیار پر فوقیت دے دی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہداء کے بچوں سے محبت کے اظہار کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت بِشرؓ کے والد حضرت عقربہؓ کا ذکر جنگِ اُحد کے شہداء میں بیان ہوا ہے۔ بعض نے حضرت بِشرؓ کا نام بشیر بھی بیان کیا ہے۔ جب عقربہؓ شہید ہو گئے تو ان کے بیٹے بِشر ان کے پاس بیٹھے رو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا۔ اُسکُتْ، اَمَا تَرْضٰی اَنْ اَکُوْنَ اَنَا اَبُوْکَ وَعَائِشَۃُ اُمُّکَ۔ چپ ہو جاؤ، کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ بن جاتا ہوں اور عائشہ تمہاری ماں بن جاتی ہے۔ بِشر نے کہا کیوں نہیں میں بالکل راضی ہوں۔ ان کا پرانا نام بَحِیر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بشیر رکھ دیا۔ اور ان کی زبان میں لکنت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ پر دم کیا تو لکنت جاتی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دستِ مبارک بھی پھیرا۔ جب وہ عمر رسیدہ ہو گئے تو سارا سر سفید ہو گیا مگر جس جگہ آپؐ نے اپنا دست مبارک پھیرا تھا اس جگہ کے بال بدستور کالے ہی رہے۔

(ماخوذ از اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 388 دار الکتب العلمیہ بیروت)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں فرمایا کہ أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ

(الاحکام لابن حزم 6/44)

یعنی میرے صحابہ رضوان اللہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس بھی جلیل القدر صحابی کے نمونہ پر چلو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں اپنے پیارے نبیؐ کی وہی محبت موجزن کر دے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلوں میں تھی۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)